(۶۴)

صحابہ کی کامیابی اور غلبہ کا راز

(فرمودہ ۱۶۔اپریل ۱۹۱۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ط اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

اسلام کی ترقی اور اس کے غلبہ کا گُر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ بڑے بڑے بہادر دنیا میں ایسے گزرے ہیں اور بڑے بڑے مستقل مزاج ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے مطالب کے حاصل کرنے کیلئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور دنیا کیلئے انہوں نے اپنے آپ کو عمدہ نمونہ قرار دیا ہے لیکن اسلامی تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے پھیلانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کی زندگیاں ان تمام لوگوں کی زندگیوں سے علیحدہ ہی ہیں۔ آج تک عقلِ انسانی حیران ہے اور تیرہ سو سال گزرے اس حیرانی میں کچھ بھی کمی نہیں آئی کہ وہ کون سی طاقت اور ہمت تھی کہ ایک جنگل اور غیر آباد جگہ سے نکل کر انہوں نے کس طرح بڑی بڑی سلطنتوں کو ملیا میٹ کر دیا اور تمام دنیا پر پھیل گئے تھے۔ بہادر فوجیں اور طاقتور سلطنتیں انہیں روک نہ سکیں اور جو بھی ان کے آگے آیا پرِ کاہ [2] کی طرح اُڑ گیا۔

جس طرح دریا جب لہریں مارتا ہوا چلتا ہے تو چھوٹے چھوٹے کیا ریت کے بڑے بڑے

تو دوں کو بھی بہالے جاتا ہے اور یہ پتہ نہیں لگتا کہ اس جگہ کبھی خشکی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف کو لے کر جب صحابہؓ اُٹھے تو تمام دنیا میں اس کو پھیلا دیا۔ جانتے ہو وہ کیا چیز تھی جو ان کے اندر پیدا ہوگئی اور جس کی وجہ سے انہیں کوئی دنیا کی چیز بڑھنے سے نہ روک سکی۔ نہ انہیں دنیا کی لالچیں اور حرصیں روک سکیں، نہ جان اور مال کا خوف باز رکھ سکا۔ نہ مذاہب کے پھیلانے والے اور منّادان کیلئے روک کا باعث ہو سکے اور نہ تلوار چلانے والے سپاہی ان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک سکے وہ ہر ایک روک، ہر ایک آڑ اور ہر ایک مشکل کو پاؤں میں روندتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔

دیکھو! ایک انسان کا اگر ایک سے مقابلہ ہوتا ہے اور اس کو اپنے مقابلہ میں اگر ایک دشمن دکھائی دیتا ہے تو اس کیلئے مشکل ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کا تو ایک نہیں دو نہیں بلکہ ساری دنیا ہی دشمن تھی۔ پھر ان کے پاس نہ مال و دولت تھی، نہ حکومت و شوکت تھی، نہ رُعب و دبدبہ تھا، نہ سامان جنگ و آلاتِ حرب تھے جن سے دشمن کا مقابلہ کر کے اس پر غالب آیا جاتا ہے۔ سامان جنگ کے ذریعہ دشمن خواہ کتنا ہی قوی اور طاقتور ہو تو بھی مغلوب ہو سکتا ہے کیونکہ جو نہتّہ ہو اس کو ایک ایسا شخص جو اُٹھ کر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا لیٹے لیٹے ہی بندوق سے مار سکتا ہے تو ایک سامان ہوتا ہے جو کمزوروں اور قلیل لوگوں کو فتح دلانے کا باعث ہوتا ہے مگر صحابہ کے پاس یہ بھی نہ تھا۔ بعض اوقات جب صحابہ جنگ کیلئے نکلے ہیں تو بعض کے ہاتھوں میں صرف لٹھ ہی ہوتا تھا اور پیٹ میں بھوک کی وجہ سے بل پڑتے جاتے تھے۔ یہ تو ان کے سامان کا حال تھا۔ آج کل بھی دیکھ لو لڑائی کا دارومدار سامان جنگ پر ہی خیال کیا جاتا ہے۔ پس ایک چیز جو دنیا میں اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے بڑی ضروری ہوتی ہے وہ سامان حرب ہوتا ہے۔ صحابہ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ قلعوں کو فتح کرنے کے لئے جاتے لیکن قلعوں کو توڑنے کے ہتھیار ان کے پاس نہ ہوتے تھے تاہم دنیا کا کوئی مضبوط سے مضبوط قلعہ ایسا نہیں ہوا جس پر انہوں نے حملہ کیا ہو اور پھر وہ نہ ٹوٹا ہو۔ تو دنیاوی لحاظ سے دشمنوں پر فتح دلانے کیلئے ہتھیار ہوتے ہیں وہ ان کے پاس نہیں تھے اور جو کچھ تھے وہ بھی اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے ہتھیاروں میں شمار نہیں کئے جاتے تھے۔ تلوار اور تیر ہی لڑائی کے ہتھیار ان کے پاس تھے لیکن جس اعلیٰ درجہ کے یہ ہتھیار رومیوں اور ایرانیوں کے پاس تھے وہ صحابہ کے پاس نہیں تھے۔ پھر دشمن پر غالب آنے کیلئے مال و دولت ہوتی ہے۔ ایک پلہ کمزور ہوتا ہے مگر

مال کے ذریعہ فتح پالیتا ہے یعنی اندر ہی اندر رشوت چلا کر فوج کے افسروں کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور وہ صلح کر لیتے ہیں۔ تو روپیہ بھی فتح دلا دیتا ہے لیکن صحابہ کے پاس روپیہ بھی نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب صحابہ ایران پر حملہ آور ہوئے تو ایرانیوں نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ تم فی سپاہی دو دو پونڈ اور فی سوار چار چار پونڈ اور افسر زیادہ روپے لے لو کیونکہ تم بھوکے مرتے آئے ہو یہ روپیہ لے لو اور یہاں سے چلے جاؤ ۳؎۔ تو صحابہ کی غربت کا یہ حال تھا کہ ایرانی بادشاہ نے ان کو دو دو پونڈ دے کر رخصت کرنا چاہا۔ تیسری چیز کامیابی کے لئے فنون جنگ ہوتے ہیں اس سے بھی خواہ فوج تھوڑی ہو لیکن وہ ایسی فوج پر جو فنون جنگ کی ماہر نہ ہو غالب آ جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی فوج ایسی ایسی تجویزیں کرتی ہے کہ وہ قومیں جو ایسے ہنر نہیں جانتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں مگر صحابہ میں یہ بھی نہیں تھا۔ وہ تو عرب تھے اور عرب کے لوگ ایک افسر کے ماتحت رہ کر لڑنا جانتے ہی نہ تھے اور انہیں حاکم اور محکوم کا تعلق معلوم ہی نہ تھا ہر ایک قبیلہ کی الگ الگ حکومت ہوتی تھی۔ پھر بعض قومیں لڑائی میں اس لئے بھی کامیاب ہو جاتی ہیں کہ ان کی بہادری اور شجاعت کی پرانی روایتیں چلی آتی ہیں ان روایتوں کو قائم رکھنے کیلئے وہ جان پر کھیل کر کامیاب ہو جاتی ہیں مگر صحابہ میں یہ بھی نہیں تھا۔ پھر رُعب اور دبدبہ بھی دشمن کو مرعوب کر کے شکست دینے کا باعث ہو جاتا ہے اور اس سے بھی بہادر لوگ کمزوروں سے دب جاتے ہیں۔ ایک قصہ مشہور ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہاں تک دُرست ہے کہ ایک چور رستم پہلوان کے گھر آیا اور رستم سے اس کی کشتی شروع ہو گئی اس نے رستم کو گرا لیا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ رستم نے اسے ڈرانے کیلئے کہا کہ رستم آ گیا رستم آ گیا۔ وہ چور یہ سُن کر بھاگ گیا۔ دیکھو اس نے رُستم کو گرا لیا تھا اور اس کی چھاتی پر بھی چڑھ بیٹھا تھا لیکن رستم کے نام نے اس کو بھگا دیا۔ تو رعب کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ جن علاقوں میں بعض قوموں کا دبدبہ اور رُعب بیٹھا ہوا ہوتا ہے وہاں ان قوموں کا کوئی کمزور آدمی بھی چلا جائے تو بھی لوگ اس سے ڈرتے ہیں لیکن صحابہ میں یہ بات بھی نہ تھی بلکہ اس وقت ایرانیوں کا رُعب تھا اور اہل عرب ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ ایرانی عرب کے ایک حصہ پر قابض تھے۔ غرضیکہ کوئی ایسی چیز جو تھوڑوں کو بہتوں پر غالب کرنے کا موجب ہوتی ہے اور اپنے سے زیادہ لوگوں کو پراگندہ کر دیتی ہے وہ صحابہ کے پاس نہ تھی۔ ان کے پاس مال نہیں تھا، سامانِ جنگ نہیں تھا، رُعب نہیں تھا، آباء واجداد کے کارنامے تاریخی طور

پر محفوظ نہیں تھے جو انہیں جوش دلاتے ،فنون جنگ سے واقفیت نہ تھی۔

اور پھر یہی نہیں کہ صحابہ کی یہ حالت تھی تو دشمن کوئی زیادہ طاقتور نہیں تھا بلکہ ان کے مقابلہ میں رومی اور ایرانی بڑے مالدار، بڑے بہادر، بڑے رُعب دار اور بڑے فنون جنگ کے ماہر تھے اور یورپ اور ایشیاء کے بڑے بڑے ملکوں پر انہی دو قوموں کا قبضہ تھا۔ رومی قسطنطنیہ ،اناطولیہ، ٹیونس، آرمینیا کا کیشیا، بلغاریہ، سرویہ ★ وغیرہ ملکوں پر حکمران تھے۔ اور ایرانیوں کے پاس ایران، عراق، عجم، خراسان وغیرہ ملک تھے۔ ایشیاء اور چین کے لوگ ان کے باجگزار تھے۔ ہندوستان کی ریاستوں اور کابل و بلوچستان کے علاقوں سے بھی یہ روپیہ وصول کرتے تھے۔ تو حکومت اور تعداد کے لحاظ سے ان کی یہ وسعت تھی ۔مال ان کے پاس اتنا تھا کہ فرش پر ایک ایک قالین تین تین کروڑ روپیہ کا ہوتا تھا اور ایک ایک افسر کی تلوار ہزاروں اور لاکھوں روپوں کی قیمت رکھتی تھی۔ فنونِ جنگ کے بھی بہت بڑے ماہر تھے یہی تو وجہ تھی کہ وہ اتنے بڑے علاقہ پر حکمران تھے۔ سامانِ جنگ بھی ان کے پاس کافی تھا کیونکہ پرانی سلطنتیں تھیں اور رُعب بھی بڑا تھا۔

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے ان میں پائے جانے کے اور مسلمانوں میں نہ پائے جانے کے ان کے پاؤں مسلمانوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج ہوتی مگر ان کے مقابلہ پر اَڑنے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ مسلمان ایک ہی وقت میں ایک طرف رومیوں سے جنگ کر رہے ہوتے تو دوسری طرف ایرانیوں سے برسرِ پیکار ہوتے تھے اور انہوں نے تمام دنیا کو اپنے آگے لگایا ہوا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ حکم ان کے پیش نظر تھا وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ کہ اسلام کے دشمنوں کو پکڑنے اور انہیں سزا دینے میں ضُعف اور کمزوری نہ دکھانا۔ جو قوم اس نصب العین کو لے کر نکلتی ہے اس کو کوئی روک روک نہیں سکتی اور پھر جبکہ قرآن نے ان کو یہ بتا دیا تھا کہ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! اٹھو اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دو۔ اگر وہ تمہیں تلوار کے ذریعہ کسی قسم کا ضعف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو تم بھی تلوار ہی سے ان کا مقابلہ کرو اور اگر وہ تلوار سے مقابلہ نہیں کرتے تو تم بھی تلوار کو ہاتھ میں نہ لو کیونکہ تمہیں تلوار کو ہاتھ میں لینے کی اجازت تو جان بچانے اور دشمن کے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے دی گئی ہے۔ جب تمہارا دشمن ہی تلوار سے

★ سربیہ

حملہ نہیں کرتا تو پھر تمہیں تلوار سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں۔ ہاں جس طرح تمہارا دشمن تمہیں مغلوب کرنا چاہتا ہے اسی طرح تم اس پر حملہ کرو اور جہاں کہیں اسلام کے دشمن ہوں، ان کو تلاش کر کے ان پر حملہ کرنے میں کبھی سستی نہ دکھاؤ۔ اور اگر تم یہ کہو کہ اس طرح تو ہمیں دُکھ اور تکلیفیں ہوں گی تو کیا تم اپنے مخالفوں کو نہیں دیکھتے کہ دین کے پھیلانے میں کس طرح لگے ہوئے ہیں اور کسی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ مال کے خرچ کرنے میں انہیں کوئی تامّل ہوتا ہے۔ اگر لڑائی ہو تو لڑائی میں اور لڑائی کے بغیر یوں اشاعتِ عیسائیت میں عیسائی کروڑوں کروڑ روپے خرچ کر دیتے ہیں اور خطرناک سے خطرناک جگہوں پر اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر تبلیغ مذہب کرتے ہیں۔ عیسائی عورتیں جو تبلیغ کیلئے جاتی ہیں قتل ہو جاتی ہیں تو دوسری ان کی جگہ جانے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مسلمانو! اگر تمہیں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کرنے اور دوسرے ادیان پر اسے غالب کرنے کیلئے کوشش کرنے پر اگر دشمن تلوار اٹھاتا ہے تو اس کا مقابلہ تلوار سے کرنے سے تکلیفیں ہوں گی، زخم لگیں گے، جانیں جائیں گی اور تمہارا وقت اور مال صرف ہوگا تو تمہارے دشمن کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ اگر تمہارے ملک میں ویرانی ہوتی ہے اور فصلیں تباہ ہوتی ہیں تو دشمن کا بھی تو یہی حال ہے۔ اگر تمہیں زخم لگتے ہیں تو تمہارے دشمن کو بھی لگتے ہیں اگر تمہارے ساتھی مارے جاتے ہیں تو ان کے بھی تو مرتے ہیں ان باتوں میں تم ان سے برابر ہو۔ مگر ایک بات ہے جو تمہارے دشمن کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ تم کو جو اپنے رب سے امیدیں لگی ہوئی ہیں اور تمہیں جو اپنے خدا سے فضلوں کی امیدیں ہیں یہ انہیں نہیں ہیں۔ تم نے تو اپنے رب کے فضلوں اور انعاموں کے زندہ نمونے دیکھے ہیں اس لئے تمہیں امیدیں ہیں لیکن ان کے پاس کوئی زندہ نمونہ نہیں ہے اس لئے ان کو کسی قسم کی امید بھی نہیں ہے تو جب یہ لوگ باوجود اپنے پاس زندہ نمونہ نہ رکھنے کے اور کسی قسم کے امیدوار نہ ہونے کے تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھائیں تو تم جبکہ نمونہ اور امیدیں رکھتے ہو تم کیوں گھبراؤ۔

پس یہ وہ گُر تھا جس نے ان کو دنیا کے ہر میدان میں کامیاب ہی کیا کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اگر ہم مر گئے تو شہید ہوئے اور اگر زندہ رہے تو غازی بنے یعنی مرے تو بھی مزا اور جیتے رہے تو بھی مزا۔ جب صحابہ کا یہ خیال اور یقین تھا تو وہ کسی حالت میں بھی دشمن

کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے۔ جنگ میں جو بڑا بھاری خطرہ ہوتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ جان جائے گی لیکن صحابہ کا تو یہ حال تھا کہ مر گئے تو بھی راحت، زندہ واپس آ گئے تو بھی راحت۔ لیکن ان کے دشمنوں کو یہ بات حاصل نہ تھی۔ ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اگر میں غالب رہا تو فتح ہوگی لیکن اگر مر گیا تو مجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر مذہب وملت والے اپنے مذہب کی راہ میں مرنے سے اجر اور نفع کی امید رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں اور مسلمانوں میں یہ فرق تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے انعام واکرام پانے کا کوئی زندہ معجزہ نہیں دیکھا تھا اور گو کتابوں میں پڑھتے تھے کہ دین کے راستہ میں تکلیفیں اٹھانے کا بدلہ ملا کرتا ہے لیکن سامنے انہوں نے دیکھ لیا ہو کہ خدا انعام دیتا ہے یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ جو امیدیں تمہیں ہیں وہ غیروں کو نہیں ہیں کیونکہ تم نے خدا کے فضلوں کو سامنے دیکھ لیا ہے لیکن ان کی امیدوں اور آرزوؤں کی بنیاد صرف شک اور اعتقاد پر ہے اور تمہاری امیدیں مشاہدات پر۔ پس جو امیدیں یقین کے ساتھ ہو سکتی ہیں وہ ان کو نہیں ہو سکتیں اس لئے تم ان وعدوں، انعاموں، اور امیدوں کے ہوتے ہوئے پھر کس طرح سستی دکھا سکتے ہو۔ یہ وہ بات تھی جو صحابہ کو آگے ہی آگے لئے جاتی تھی اور ان کے جوش وخروش کو کبھی کم نہ ہونے دیتی تھی۔ انسانی زندگی کیلئے سب سے خطرہ کی بات موت ہی ہوتی ہے مگر موت ان کیلئے ایک پردہ تھا جو ہٹ جاتا تھا اور وہ اپنے محبوب کا دیدار کر لیتے تھے۔

لکھا ہے کہ ایک جنگ میں حضرت ضرار کے سامنے دو تین صحابی قتل کئے گئے اور پھر ان کو بلایا گیا کہ آؤ مقابلہ کیلئے نکلو۔ ضرار یہ سن کر بھاگے بھاگے اپنے خیمہ کی طرف گئے دشمنوں نے سمجھا کہ بھاگ گئے ہیں۔ آپ جلدی سے خیمہ سے واپس آ گئے تو صحابہ نے پوچھا کہ آپ کیوں بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج میں نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں میں نے خیال کیا کہ میری نسبت یہ خیال کیا جائے گا کہ ضرار دشمن سے ڈرتا ہے اور اپنی جان کو بچانا چاہتا ہے اس لئے اس نے دو زرہیں پہنی ہیں لیکن میں موت کو ایک پردہ سمجھتا ہوں جس کے اٹھنے کے بعد خدا تعالیٰ کا دیدار ہے جس کے اٹھنے کے بعد جنت ہے اور جس کے اٹھنے کے بعد نعمتیں اور فضل ہیں اسی لئے میں خیمہ میں گیا تھا اور دونوں زرہوں کو اتار کر مقابلہ کیلئے آیا ہوں [۴]۔ پھر لکھا ہے کہ جب کبھی سخت جنگ ہوتی تھی تو صحابہ اپنی چھاتی سے کپڑا

بھی ہٹا دیتے تھے تا کہ اپنے اور خدا کے درمیان یہ بھی حائل نہ رہے اور یہ بھی روک نہ بنے۔ کیوں اس طرح کرتے تھے؟ اس لئے کہ ان کو جو اللہ تعالیٰ کے انعاموں کی رجا تھی اور اس کے فضلوں کی امید تھی اور جو خدا کے وعدے ان کے ساتھ تھے، وہ ان کو آگے ہی آگے لئے جاتے تھے۔ واقعہ میں جب کسی انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ مرنا کچھ ہے ہی نہیں تو پھر اس کے سامنے دشمن کہاں ٹھہر سکتا ہے۔ دیکھو پاگل کو چونکہ اپنی جان کا ڈر نہیں ہوتا اس لئے اس کو دس دس آدمی بھی پکڑتے ہیں تو وہ چھڑا لیتا ہے۔ اس میں زیادہ طاقت نہیں آجاتی بلکہ اس کی عقل پر چونکہ ایسا پردہ پڑ جاتا ہے جو اسے موت سے بالکل بے خوف کر دیتا ہے اس لئے وہ اپنے بچاؤ کا کوئی پہلو مدنظر نہ رکھ کر زور لگاتا ہے اور چھوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے افضال اور اکرام کا یقین کامل بھی انسان کو موت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ دیکھو اگر ایک انگارہ پڑا ہوا ہو تو اس کو ہاتھ لگانے سے انسان احتیاط کرتا ہے لیکن جب وہ اسے انگارہ ہی نہ سمجھے بلکہ لعل سمجھے تو پھر احتیاط نہیں کرتا۔ اسی طرح جب تک انسان موت کو ایک خطرناک تکلیف اور دکھ اور مصیبت سمجھتا ہے اس وقت خواہ وہ کتنا ہی بہادر ہو مرنے سے پہلو بچاتا ہی رہتا ہے۔ لیکن جب وہ یہ سمجھ لے کہ اس موت میں دکھ نہیں بلکہ عین راحت اور آرام ہے تو پھر اس کیلئے اپنی جان پر کھیل جانے میں کوئی روک نہیں رہ جاتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! تم ہرگز سستی اور ضُعف نہ دکھاؤ بلکہ اپنے دشمنوں کو تلاش کر کے جہاں کہیں بھی پاؤ ان پر حملہ کرو۔ اگر جسمانی جنگ ہو تو جسمانی اور روحانی جنگ ہو تو روحانی حملہ کرو۔ اور اگر تمہیں دکھ اور تکلیفیں پہنچتی ہیں تو انہیں بھی پہنچتی ہیں مگر جو امیدیں تمہیں ہیں وہ انہیں نہیں ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور اللہ جاننے والا اور حکمت کے کام کرنے والا ہے۔ اگر تم ایسے کمزور ہوتے کہ اس کام کو نہ کر سکتے اور تم دشمنوں کے مقابلہ میں تیار ہو جاتے تو تمہارے سپرد یہ کام ہی نہ کیا جاتا۔ وہ تو علیم اور حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک انسان کو جس شخص کی طبیعت معلوم ہو کہ وہ ایک من سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس سے دو من بوجھ نہیں اُٹھوائے گا۔ تو اللہ جو تمام انسانوں کا خالق ہے اور ان کے تمام حالات سے واقف ہے وہ کہاں کسی پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ رکھتا ہے۔ پس جب خدا ایک قوم کے سپرد ایک کام کرتا ہے تو اس قوم کے کسی فرد کا یہ خیال کرنا کہ ہم تباہ ہو جائیں گے بالکل غلط بات ہے۔ پس ایک مومن کیلئے دین کے رستے میں اپنی جان کے لڑا

دینے میں کوئی عُذر نہیں ہوسکتا۔

میں نے یہ آیت اس لئے پڑھی ہے کہ ہمارے سپرد بھی اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک کام کیا ہے اور وہ یہ کہ تمام دنیا اسلام کے مٹانے میں پورا پورا زور لگا رہی ہے گویا اسلام ان کے نزدیک ایسا ہے جس کے گھر میں سانپ نکل آتا ہے اور سارے اس کے مارنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ یا وہ اسلام کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) گند اور نجاست سمجھتے ہیں اور جس طرح ایک پاک انسان نہیں چاہتا کہ اس کے کپڑوں کو نجاست لگے اسی طرح (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) دنیا اسلام کو سمجھتی ہے اس لئے جو کوئی بھی ہے وہ اسلام کے مٹانے میں لگا ہوا ہے۔ ہمارے سپرد خدا تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کی ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ تلوار سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کی لڑائی مذہب کیلئے موقوف ہو جائے گی۔ پس اس زمانہ میں جو اسلام کیلئے تلوار اٹھائے گا اور تلوار سے اسلام کے مخالفوں کا مقابلہ کرنا چاہے گا وہ اسلام کی حفاظت کرنے کی بجائے خود ذلیل ہو جائے گا۔ پس اس وقت اسلام کی حفاظت کا ایک ہی جائز ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کر دیا ہوا ہے اور وہ یہ کہ ہم تحریر سے، تقریر سے اور دعاؤں سے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ پس یاد رکھو کہ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ۔ اگر ہمیں اپنا وقت، اپنا مال اور اپنی محنت خرچ کرنی پڑتی ہے اور بہت سے کاموں کا نقصان کر کے دین کیلئے قربانیاں کرنی پڑتی ہیں تو یہ ہمارے دشمنوں کو بھی کرنی پڑتی ہیں۔

عیسائیوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کیلئے روپیہ جمع کرنے کیلئے اچھی اچھی چیزیں کھانی چھوڑ دیں تا کہ اس طرح روپیہ بچ رہے حالانکہ دنیا کی نظروں میں ان کا مذہب ایک غالب مذہب نظر آتا ہے اور پھر وہ بڑے بڑے مالدار بھی ہیں۔ جب اس قوم کا یہ حال ہے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اس قوم کو کیا کرنا چاہیئے جو دنیا کے نزدیک ایک کمزور قوم ہے۔ دیکھو جب ایک تندرست انسان اپنے بچاؤ کیلئے بچاؤ کرتا اور نقصان رساں چیزوں سے پرہیز کرتا ہے تو ایک بیمار کیلئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ وہ بہت زیادہ پرہیز کرے کیونکہ وہ تو پہلے ہی بیمار ہے۔ پس دنیاوی تکلیفوں اور قربانیوں میں تم اور وہ برابر ہو۔ لیکن ایک بات جو تم میں ہے وہ ان میں نہیں ہے اور وہ یہ کہ تمہارے ساتھ جو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں اور تمہیں جو خدا تعالیٰ سے امیدیں ہیں وہ انہیں نہیں ہیں، اس لئے تمہارے لئے

یہ بہت ضروری ہے کہ متحدہ کوشش کرو۔ گو اس میں شک نہیں کہ جو امیدیں تمہیں ہیں وہ تمہارے دشمنوں کو نہیں مگر یہ امیدیں تب ہی پوری ہوسکتی ہیں جبکہ تم خدا کیلئے قربانیاں کرو اور اس کے رستے میں کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ بے شک تمہاری جماعت کمزور ہے مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا**۔ ہم جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔ ہم نے یونہی تمہارے سپرد یہ کام نہیں کر دیا کہ تم اس کو کر ہی نہیں سکتے بلکہ جب ہم نے یہ دیکھا کہ تیس کروڑ انسان جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ اس کام کو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو ہم نے ایک انسان کو کھڑا کر دیا جس کی قائم کردہ تم ایک جماعت ہو اس لئے اب تم اس کام کے کرنے کے ذمہ دار ہو۔ ایک مالک مکان جب دیکھتا ہے کہ مکان کی فلاں دیوار کمزور ہو گئی ہے اور بوجھ کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی تو وہ اسے گرا کر دوسری اس کی جگہ بنا دیتا ہے۔ اور یہ کام معمولی سی عقل والا انسان بھی کرنا ضروری سمجھتا ہے تو اللہ تو علیم اور حکیم ہے اگر تم سے سستی ہوگی تو یہ نہیں کہ تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ کر سکتے تو ہو لیکن کرتے نہیں کیونکہ اگر تم نہ کر سکتے تو خدا تمہیں کبھی اپنے مامور کی جماعت قرار نہ دیتا۔ پس یہ خوف اور فکر کا مقام ہے اور اس وقت ضرورت ہے کہ تم اس کام کے کرنے میں کوشش اور محنت سے کام لو۔

میں نے اس کام کیلئے ترقی اسلام کی ایک انجمن بنائی ہے اور اس کے سپرد یہ کام کیا ہے۔ اس انجمن کے بہت سے کام شروع ہو گئے ہوئے ہیں۔ ولایت اور ماریشس میں مبلغ کام کر رہے ہیں۔ قرآن شریف کا انگریزی اور اردو ترجمہ چھاپنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ کتابیں اور اشتہارات اردو اور انگریزی میں چھاپے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی تبلیغ کا کام شروع ہے غرضیکہ کئی کام جاری ہیں اور ساری دنیا کا مقابلہ اس چھوٹے سے گھرنے کرنا ہے۔ اب تم قیاس کرو کہ تمہیں کس قدر قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ایک بڑا شمشیرزن آرام بھی کر سکتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جب میں اُٹھوں گا اسی وقت دشمن کا سرتن سے جُدا کر دوں گا۔ مگر جو انسان کمزور اور ناتواں ہو اسے تو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئیے۔ صحابہ کے مقابلہ میں ہم میں کمزوریاں ہیں جب صحابہ کو اتنی اتنی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں تو ہمیں تو بہت ہی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک کمزور اور ایک طاقتور انسان نے سفر کو جانا ہو تو کمزور طاقتور کی نسبت زیادہ تیاری کرے گا۔ پس ہمارا ضعف اور کمزوری تو اَور بھی زیادہ تیاری کو چاہتی ہے اس لئے

تم ایک منٹ کی بھی سستی نہ کرو۔ مَیں اس بات سے حیران ہوتا ہوں کہ موجودہ جنگ میں عورتیں اور بچے بھی حصہ لے رہے ہیں اور اس بات کیلئے اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں کہ ہم اپنی آزادی نہیں کھو سکتے گو وہ اپنی خیالی آزادی کیلئے قربان ہو رہے ہیں۔ مگر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اگر ایک مارا جاتا ہے تو دو اس کی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مرد مرتے ہیں تو عورتیں اور بچے ان کی جگہ کام کرتے ہیں اور ذرا سستی نہیں کرتے۔ تمہیں تو اس سے بھی بڑھ کر اپنے کام میں ہوشیار ہونا چاہیئے۔ اس وقت اس انجمن کی ضروریات کے پورا کرنے کیلئے میرا ارادہ اعلان کرنے کا ہے۔ ہماری جماعت کو خیال رکھنا چاہیئے کہ دنیا سے ہمارا مقابلہ چند مہینوں اور سالوں کا نہیں ہے بلکہ تمام عمر کا ہے۔ اور یہ بہت خطرناک جنگ ہے کیونکہ اس جنگ کی نسبت انبیاء کہتے آئے ہیں کہ اس زمانہ میں شیطان کی آخری جنگ ہو گی۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے اندازہ لگایا ہے کہ جرمن کے ساتھ اصل جنگ وہ ہوگی جب ہم اس کے ملک میں داخل ہوں گے اور اس کیلئے ابھی سے تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارا مقابلہ تمام دنیا سے ہے اور تمام دنیا کو ہم نے فتح کرنا ہے لیکن ہماری جنگ اور دنیا کی جنگ میں فرق ہے کیونکہ تلوار، بندوق اور توپ سے اگر کسی فوج کے سپاہی مارے جاتے ہیں تو وہ پھر کسی کام کے نہیں رہتے لیکن اس روحانی جنگ میں جو مارا جاتا ہے وہ اپنا ہو جاتا ہے اور ہمارے ہاں آ کر زندہ ہو جاتا ہے اور اس طرح ہمیں مدد ملتی ہے مگر پھر بھی ہمیں بڑی کوشش کی ضرورت ہے۔ قوموں کے غلبے سینکڑوں سال کے بعد ہوا کرتے ہیں پس جو کوئی قوم میں سے سستی کرتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کو ہٹا کر پیچھے کر دیا جائے تا کہ اس کو دیکھ کر اور سُست نہ ہو جائیں۔ ہمارا اس وقت یہ حال ہے کہ ہم روحانی جنگ کی صف اولین میں کھڑے ہیں اس لئے ہمیں بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے۔

میں قوم کو ہوشیار کرنے کیلئے ایک اعلان کرنے والا ہوں مگر اول مرکز والوں کو چاہیئے کہ ابتداء کریں یہاں ایک جلسہ کیا جائے اور ماہوار چندے مقرر کر دیئے جائیں۔ جتنا چندہ کوئی اپنی مرضی سے لکھائے لکھ لیا جائے اور تم یہ نہ سمجھو کہ پچھلے سال جو چندہ دیا تھا اب کس طرح دیں۔ کیونکہ یہ زمانہ فتوحات کا ہے اس میں آرام سے بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ یاد رکھو کہ جب کسی قوم کا حملہ رُک جاتا ہے اور وہ آرام سے بیٹھ جاتی ہے تو وہ اس کے تنزّل کا پہلا دن ہوتا ہے کیونکہ جس دن کوئی امن کی نیند سوئے گا وہ پہلا دن اس کے گرنے کا ہوگا۔ پس

کیا تم یہ خیال کرتے ہو تمہارے تنزل کے دن آ گئے ہیں نہیں آئے اور نہیں آئیں گے اور ہماری نسلوں درنسلوں تک نہیں آئیں گے بلکہ ترقی ہی ہوتی رہے گی۔ لیکن جہاں ایک طرف رحمت آئے گی وہاں دوسری طرف دشمن کیلئے اور زیادہ تیاری کرنی ہوگی ایک جگہ ٹھہر جانا اچھا نہیں جو لوگ بڑھتے ہیں وہ بڑھتے ہی ہیں اور جب نہیں بڑھتے تو پھر گھٹتے ہیں۔ پس تم یہ خیال مت کرو کہ پچھلے سال جو چندہ دیا تھا تو اب کیا دیں۔ جو اس جماعت میں رہے گا اسے ہمیشہ ہی چندہ دینا پڑے گا تمہیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے اگر تم کو دین کیلئے اپنا مال خرچ کرنا پڑتا ہے تو تمہارے دشمن بھی تو کرتے ہی ہیں۔ ہاں جو تمہیں امیدیں ہیں وہ تمہارے دشمنوں کو نہیں ہیں اس وقت روپیہ کی بہت سخت ضرورت ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ شائع کرنے میں جتنی جلدی ہو سکے اتنی ہی کرو تاکہ جس قدر کسی کی زندگی میں قرآن کا ترجمہ شائع ہو جائے وہی اس کیلئے بہتر ہو۔ تمہارے لئے یہ روحانی لڑائی میں حملے کے دن ہیں مرنے کے بعد تو آرام ہوتا ہے یا سزا ہوتی ہے جو کچھ کیا جانا چاہیئے اس کا یہی وقت ہے۔ تم قادیان کے رہنے والے باہر کے لوگوں کیلئے نمونہ ہو اور وہ اوروں کیلئے نمونہ بنیں تاکہ دشمن ہم میں کسی قسم کی کمزوری نہ پائے اور ہم بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص ہوتے چلے جائیں۔ دشمنوں کی کوئی بات ہم پر اثر نہ کرے لیکن ہماری باتیں ان کیلئے مؤثر ہوں اور ہم ان پر غالب ہی رہیں۔

ایک دوست نے مجھے کہا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا ہے کہ زیور اسی غرض کیلئے بنایا جاتا ہے کہ گھر کی ضرورت کے وقت کام آئے۔ جب ہم اپنے گھر کی ضرورت پر زیور خرچ کر سکتے ہیں تو اس وقت جبکہ دین کیلئے خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو کیوں خرچ نہ کریں۔ اس لئے ہم اپنا سارا زیور دیتے ہیں۔ ایک اور دوست نے کہا ہے کہ میں اپنی ساری زمین دیتا ہوں آپ اسے فروخت کر کے اشاعت اسلام میں لگا دیں۔ گو ہر ایک کے لئے ایسا کرنا مشکل کام ہے مگر خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے والے ضرور بڑے بڑے اجر کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس وقت واقعہ میں بڑی ہمت کی ضرورت ہے دنیا میں لوگ جس حالت کو آرام کہتے ہیں اصل میں وہ ذلّت کی اور سستی کی زندگی ہوتی ہے۔ مومن کی راحت کام کرنے میں اور دشمن پر حملہ کرنے میں ہے اور اس زمانہ میں تلوار کا حملہ نہیں بلکہ دلائل و براہین اور دعا کا حملہ ہے۔ مومن کی جنت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ اچھے کھانے، عمدہ کپڑے پہننے میں

نہیں ہوتی۔ کیونکہ اور چیزوں کو تو لوگ چھین بھی لیتے ہیں۔ مومن کی عطاء غیر مجذوذ ہوتی ہے جو کسی سے چھینی نہیں جاسکتی۔ پس اصل جنت دل میں ہوتی ہے۔ ظاہر میں آرام و آسائش بھی جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ پس تم اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی سستی اور کاہلی میں نہ گزارو بلکہ کوششوں اور قربانیوں میں لگے رہو اور خدا تعالیٰ سے کامیابی کی امید رکھو۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب کرے۔ آمین

(الفضل ۲۵۔ اپریل ۱۹۱۵ء)

۱؎ النسآء: ۱۰۵

۲؎ پرِ کاہ: گھاس پھوس کا پتہ۔ بہت ہلکا

۳؎ تاریخ طبری (اردو) جلد ۲ حالات خلافت راشدہ حصہ اول صفحہ ۴۵۹ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی جون ۱۹۶۷ء

۴؎ اس صحابی کا نام ضرار بن ازور تھا (الاصابۃ عربی جلد ۳ صفحہ ۵۴۱)۔